Fikr-o-Nasar (Islamabad) 2:7 (1965)

ربا اور بیع

تمنا عمادی

اللہ تعالی نے حلال و حرام کے احکام بندوں کے نفع ھی کے لئے اپنی کتاب میں بیان فرمائے ھیں۔ اصول فقہ کی مشہور کتاب '' **نورالانوار** " پڑھنے والا عربی مدرسے کا ھر طالب علم جانتا ھے کہ ھر وہ کام جس کا حکم فرمایا گیا ھے، اس میں ضرور کوئی حسن، کوئی خوبی ھے جسے حاصل کرنے کا بندوں کو حکم ہوا یعنی مقصد یہ ھے کہ اس حکم کو بجا لا کر وہ یہ خوبی حاصل کریں۔ اور ھر وہ کام جس سے بندوں کو منع کیا گیا ھے۔ اس میں کوئی نہ کوئی قبح اور خرابی ھے، جس سے بچنے کے لئے بندوں کو اس کام کی ممانعت فرمائی گئی ھے۔ اصول فقہ کا یہ ایک مسلمہ اصول ھے۔ چنانچہ یہی حسن، علت امر اور قبح، علت نہی ھے اور فقہا اسی کو معلوم کرکے اس کی بنیاد پر پیش آئند مسائل کے بارے میں قیاس کرتے ھیں۔ اب جس کام کا حکم فرمایا گیا ھے اگر اس کی علت امر جو اس کا مخصوص حسن ھے، کسی دوسری چیز میں بھی پائی جائے۔ تو اس اشتراک علت کی وجہ سے وہ دوسری چیز بھی مامور بہ ھی سمجھی جائے گی اور جس کام سے منع کیا گیا ھے، اس میں جو قبح ھے اگر وھی قبح کسی دوسری چیز میں بھی پایا جائے تو وہ دوسری چیز بھی اشتراک علت کے باعث منہی عنہ قرار پائے گی۔

بے شک '' ربا '' سے منع کیا گیا ھے۔ اب اس کی علت حرمت تلاش کرنے کے لئے کہیں دور جانے کی ضرورت نہیں۔ سورہ بقرہ میں '' آیات ربا '' کے ضمن میں فرمایا گیا ھے۔

ولکم رؤوس اموالکم لاتظلمون ولاتظلمون

(بقرہ : ۲۷۹)

© Dr Muhammad Hamidullah Library, IIU, Islamabad. http://iri.iiu.edu.pk/

'' اے قرض دینے والو! تم کو ربا چھوڑ دینے کا حکم تو دیا گیا مگر تم کو اس کا حق ہے کہ تم اپنا اصل مال (جو تم نے قرض دیا تھا وہ) لے لو۔ (اس کے بعد فرمایا گیا) ''لاتظلمون'' مدیون سے سود لے کر تم اس پر ظلم نہ کرو۔ '' ولاتظلمون '' اور نہ تم اپنا اصل مال چھوڑ کر خود مظلوم بن جاؤ۔ ''

پہلے لاتظلمون فرما کر '' ربا '' کی ممانعت کی علت بتائی گئی کہ ربا لے کر اپنے مدیون پر ظلم نہ کرو، جس سے صاف ظاہر ہوا کہ ممانعت ربا کی اصل علت ظلم ہے۔ اس کے بعد جو اصل مال لے لینے کی اجازت دی گئی اس کی علت بھی بیان کردی گئی کہ اللہ تعالی یہ بھی نہیں چاھتا کہ تم اپنا اصل مال چھوڑ کر خود گھاٹے میں رھو۔ اللہ تعالی تم پر ظلم کرنا نہیں چاھتا۔ **وما ربك بظلام للعبيد** اس لئے تم اپنے مدیون سے اپنا مال لے سکتے ہو۔ نہی اور امر دونوں کی یہاں ایک ہی علت لفظاً بتائی گئی۔ یعنی دونوں کی علت ظلم بتائی گئی مگر دونوں میں معناً فرق ہے۔ نہی کی علت ظلم بمعنی ظالمیت ہے اور امر کی علت ظلم بمعنی مظلومیت، یعنی وھاں مصدر معروف ہے یہاں مصدر مجہول۔

اب اگر قرض دینے والا بہت مالدار ہے اور مدیون بیچارہ بہت غریب ہے۔ اس لئے اگر وہ اپنا اصل مال بھی خوشی سے مدیون پر ترس کھا کر چھوڑ دے تو وہ مظلوم نہ بنا۔ آیت **وان تصدقوا خيرلكم** میں یہی ارشاد ہوا ہے۔

اسی طرح اگر کسی سالدار شخص نے سفر میں کسی وجہ سے ھاتھ خالی ہونے کی بنا پر اپنے ایک غریب رفیق سفر سے یہ کہہ کر دو روپے قرض لئے کہ گھر پہنچ کر ادا کر دوں گا۔ نہ تو اس غریب رفیق سفر نے کہا کہ گھر پہنچ کر اتنا فاضل دینا ہوگا، نہ اس لینے والے نے کچھ فاضل دینے کا وعدہ کیا، لیکن گھر پہنچ کر اس نے غریب رفیق کو دس روپے دئیے، تو یہ اس قرض لینے والے پر ظلم نہ ھوا۔ اس لئے اس فاضل رقم کو کوئی بھی ربا نہیں کہتا۔ اور بعض روایات میں اس کی مثالیں بھی ملتی ھیں۔

غرض قرآن مجید نے معاملت میں ربا کو اس لئے حرام قرار دیا ہے کہ اس سے مدیون پر ظلم ھوتا ہے اور جس معاملت میں مدیون پر کسی قسم کا ظلم نہ

ہو ، ظاہر ہے اس کا حکم ربا کا نہ ہوگا ۔ اور جس معاملت میں کسی فریق پر ظلم ہو ، وہ اشتراک علت کی وجہ سے حرام ہوگی ۔ یہ قیاس ظنی نہیں قطعی ہے کیونکہ مقیس علیہ یعنی جس پر قیاس کیا گیا ، وہ قطعی ہے اور اس کی حلت و حرمت بھی قطعی ہے ، اس لئے یقیناً قیاس بھی قطعی ہوا ۔ اور مقیس کی حرمت بھی قطعی ہی ہوگی ۔ مختصراً جس معاملت میں مدیون پر کسی نوعیت کا مطلق ظلم نہ ہو ، وہ خواہ بظاہر ربا سے مشابہ ہی کیوں نہ ہو ، وہ منہی عنہ اور حرام نہ ہوگی ۔

یہ سوال کہ زمانہ جاہلیت میں ربا کس کو کہتے تھے ؟ اس بارے میں عربوں کا کیا معمول تھا اور وہ کن کن طریقوں سے ربا لیتے تھے ؟— گو یہ مطالعہ تاریخی لحاظ سے مفید ہو سکتا ہے لیکن اس سے مسئلہ زیر بحث کی دینی حیثیت کی وضاحت نہیں ہو سکتی ۔

اس ضمن میں البتہ ایک بات غور کرنے کی ہے اور وہ یہ کہ قرآن مجید ہی میں فرمایا گیا ہے اور وہ اسی سورہ میں اور اس سلسلہ بیان میں کہ

وقالو انما البیع مثل الربوا واحل اللہ البیع وحرم الربوا

” لوگ کہتے ہیں کہ بیع بھی تو ربا ہی کی طرح ہے ۔ (یعنی ربا کو جب حرام کیا جا رہا ہے ۔ تو بیع کو بھی حرام قرار دیجئے) حالانکہ اللہ تعالی نے بیع کو حلال قرار دیا ہے اور ربا کو حرام “

تو دیکھنا یہ ہے کہ کہنے والوں نے بیع اور ربا میں مماثلت کس اعتبار سے خیال کی تھی ، جس کی وجہ سے اللہ تعالی نے دونوں میں حلت و حرمت کا فرق تو بتایا مگر مماثلت کی نفی نہیں فرمائی ۔ ہم پہلے دونوں کی مماثلت کو لیتے ہیں ۔

بیع میں بھی لین دین ہے اور ربا میں بھی ۔ بیچنے والا (بائع) ایک مال دس روپے میں کہیں سے خرید کر لاتا ہے اور دوسری جگہ بارہ روپے میں بیچتا ہے ۔ اس طرح بیچنے والے کو دو روپے نفع کے مل گئے ۔ اور اپنا اصل مال بھی جو دس روپے تھے اسے مل گیا۔ لینے والے (مشتری) کو جس چیز کی ضرورت تھی وہ

اس کو بارہ روپے دے کر مل گئی۔ اور اس میں دونوں کو فائدہ ہوا۔ ربا میں بھی ایک حاجتمند دس روپے ایک صاحب مال سے قرض لیتا ہے اور اپنا کام نکالتا ہے۔ چنانچہ صاحب مال نے دس روپے دئیے اور دو مہینے کے بعد بارہ روپے لے لئے۔ اس نے اپنی رقم جو اتنے دنوں تک اپنے سے الگ رکھی اس کا نفع دو روپے کی شکل میں لیا اور اس کے ساتھ اپنی اصل رقم بھی لے لی۔ اور یوں دونوں کو نفع ہوا۔ یہ ہے ربا اور بیع میں واضح مماثلت۔ اسی مماثلت کے اعتبار سے کہنے والوں نے طعناً کہا کہ بیع بھی تو ربا ہی کے مانند ہے۔ اس لئے آپ جب ربا کو حرام کہتے ہیں تو بیع کو بھی حرام قرار دیجئے۔ ربا کی حلت کہنے والوں کے دلوں میں اس قدر رچی ہوئی تھی کہ ان کے دلوں میں یہ بات آہی نہیں رہی تھی کہ ایسی نفع بخش چیز بھی حرام ہو سکتی ہے اور اگر یہ حرام ہے تو پھر بیع کو بھی حرام ہونا چاہئے۔ اگر صرف تمثیل ہی مقصود ہوتی اور طعن مقصود نہ ہوتا تو وہ کہتے **انما الربوا مثل البیع** کیونکہ ذکر ربا کا ہے نہ کہ بیع کا۔

اللہ تبارک وتعالی نے جواب میں دونوں میں مماثلت کا انکار نہیں فرمایا، بلکہ صرف حلت و حرمت کا فرق بتا دیا۔ بیع کی حلت کو تو اللہ تعالی بیان فرما ہی رہے ہیں اور معترضین کے نزدیک بھی بیع کی حلت مسلم تھی۔ اس لئے یہاں بیع کی حلت بیان کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ ربا کی حرمت کی علت آگے تین آیتوں کے بعد مذکور ہے۔ چنانچہ یہاں پر اس کا بیان نہیں فرمایا۔ اس لئے کہ ایسا کہنے والے اس قابل نہ تھے کہ ان کے طنز کا کوئی مفصل جواب دیا جائے۔ ان کے طنزیہ جملے کا جواب **واحل اللہ البیع وحرم الربوا** نہیں ہے بلکہ واو حالیہ لا کر یہ بات ظاہر فرمائی ہے کہ وہ یہ جانتے ہیں کہ اللہ تعالی نے بیع کو حلال کیا اور ربا کو حرام۔ کیونکہ یہود و نصاری سب پر ربا کو حرام کیا گیا تھا۔ یہ کوئی نیا حکم قرآن مجید میں نہیں آیا ہے۔ یہود کے متعلق ارشاد ہے۔

واکلہم الربوا و قد نہوا عنہ

"ان کے ربا کھانے کی وجہ سے حالانکہ وہ اس سے منع کئے گئے تھے۔"

غرض یہاں جملہ حالیہ لا کر **انما البیع مثل الربوا** کہنے والوں کی ہٹ دھرمی کو ظاہر فرمایا گیا ہے کہ وہ جان بوجھ کر ایسا کہتے ہیں - اسی لئے علمائے قرآن نے دونوں جملوں کے درمیان وقف لازم کی علامت بنا دی ہے اور اس کے بعد جو جملہ ہے **فمن جاءه موعظة** اس کا عطف تعقیبی اسی سلسلے کی پہلی آیت **الذین یاکلون الربوا** پر ہے جو اس سے پہلے بلا فصل موجود ہے -

غرض یہ ہے کہ بیع اور ربا کا صحیح فرق اگر معلوم ہو جائے تو اس مسئلے کی بہت سی گتھیاں سلجھ جائیں - ربا کی حرمت کی علت تو معلوم ہو گئی کہ ''استحصال المال بظلم'' ہے یا اسے آپ '' اکتساب المال بظلم '' کہئے - اب بیع کی علت حلت بھی قرآن مجید میں تلاش کیجئے -

سورۂ نساء کی انتیسویں آیت میں ارشاد ہے -

یا ایھاالذین آمنوا لاتاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الاان تکون تجارۃ عن تراض منکم

اےایمان والو! آپس میں (ایک دوسرےکا) مال ناجائز طریقے سے نہ کھاؤ مگر یہ کہ تجارت کے ذریعہ یا آپس کی رضا مندی سے ہو -

بیع ھی کے کاروبار کو تجارت کہتے ہیں - اس کی شرط جواز یہاں ''عن تراض منکم'' بیان فرمائی گئی ہے - اس کا **اکل المال بالباطل** کے مقابلے میں بیان ہوا ہے اور اس کی ایک صورت ربا بھی ہے - تجارت کے جواز کی یہ جو شرط **عن تراض منکم** بیان فرمائی گئی تو اس سے معلوم ہوا کہ بیع کی حلت ''تراضی طرفین'' ہے یعنی اکتساب مال یا انتفاع مال آپس کی رضامندی سے - اور آپس کی رضامندی جبھی ہوگی کہ اس میں دونوں کا نفع ہو - اور ایک کو دوسرے سے کوئی شکایت نہ ہو - یہ اس لئے کہ ایسا اکثر ہوتا ہے کہ ایک شخص کوئی چیز خریدنے بازار گیا اسے وہ چیز اچھی قسم کی کہیں نہ ملی - اس نے ادنیٰ درجہ ھی کی خرید لی - غرض ملی تو وھی چیز ، مگر تلاش تھی اعلیٰ کی ، ملی دنیٰ درجہ کی - بیچنے والے کو قیمت مناسب مل گئی اس لئے اس نے اپنی رضا مندی سے اسے بیچا - مگر جس نے خریدا ، اس کو وہ چیز حسب دلخواہ نہ ملی - اس لئے وہ کبیدہ خاطر گھر واپس آیا اور گو وہ چیز خرید کر لایا مگر وہ

چیز اس کی پسند کی نہ تھی۔ ناپسندیدگی کے ساتھ اس نے آسے خریدا۔ یہ ناپسندیدگی اس کو بیچنے والے کے کسی فعل یا معاملے کی نوعیت کے سبب سے نہیں ہوئی۔ بلکہ حسب پسند چیز نہ ملنے کے سبب سے ہوئی ۔

اس طرح دکاندار اور خریدار دونوں میں معاملہ بیع تو ہوا مگر دونوں میں سے کوئی ایک دوسرے کی بد زبانی یا تیز مزاجی کے باعث ناراض آیا تو یہ ناراضی نفس معاملہ سے کوئی تعلق نہیں رکھتی۔ مختصراً بیع میں ''تراضی طرفین'' کے ساتھ انتفاع ہے ، اس لئے بیع حلال ہے اور ربا میں ظلم کے ساتھ انتفاع ہے اس لئے ربا حرام ہے۔

اگر انتفاع کی کوئی صورت ایسی ہو ، جس میں مدیون پر ظلم نہ ہوتا ہو اور وہ دونوں اس معاملے سے راضی اور خوش ہوں، جیسے بنک کا ''سود'' یا وہ '' سود '' جو تجارتی مال کے درآمد و برآمد پر جو بیرون ملک سے بنک کے ذریعہ منگوایا اور بھیجا جاتا ہے اور یہ معاملت باہمی رضا مندی اور خوشی کے ساتھ ہوتی ہے تو یہ '' سود '' ظلم سے پاک ہے اور باہمی رضا مندی و خوشدلی کے ساتھ دیا اور لیا جاتا ہے ۔ اس لئے یہ ربا نہ ہوگا اور حلال ہوگا ۔

بیع چور بازاری کے ذریعے ہو یا ملاوٹ کے ساتھ ہو، یا خریدار کو ضرورت مند دیکھ کر حد سے زیادہ گراں فروشی اور زیادہ سے زیادہ نفع اندوزی کے جذبے کے ساتھ ہو ، وہ بیع ظلم کی وجہ سے حرام ہوگی ۔ اس میں خریدار اسی طرح مجبوراً خریدتا ہے جس طرح ایک غریب اپنی حاجت مندی سے مجبور ہوکر سودی قرض مہاجن سے لیتا ہے ۔ دونوں مجبوراً ظلم سہتے ہیں ۔

قرآن پاک نے بیع و ربا دونوں کی حلت و حرمت کی علت بتا کر دونوں کے فرق کو سمجھا دیا ۔ دونوں کی حلت و حرمت آیت قرآنی سے جس طرح قطعیت کے ساتھ ثابت ہے ۔ اسی طرح دونوں کی علت حرمت و حلت بھی قرآن مجید ہی سے قطعیت کے ساتھ ثابت ہے۔ اس لئے جس معاملت میں ربا کی علت حرمت یعنی ظلم نہ ہو ، وہ قرآن مجید کی رو سے ربا نہیں ہو سکتا اس لئے وہ معاملت جو '' تراضی طرفین '' سے ہو اور اس میں ظلم نہ ہو تو اس کو قرآنی شہادت کی رو سے حلال ہونا چاہئے ۔

——: ٥ :——